

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

پچھلے سال حیدرآباد ضلعی کے موقع پر پنجاب سے ایک اشتهار شائع ہوا تھا جس میں قربانی کو ایک بے محل بے معنی، فضول بلکہ مضر اور مسرفانہ رسم قرار دیا گیا تھا اور مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا تھا کہ "ارض غیر ذریعہ کی اس نام نہاد سنت" کو چھوڑ کر اس روپے کو جو قربانی میں ضائع کیا جاتا ہے قومی ادارات کی امانت دہنوں اور بیواؤں کی پرورش اور بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنے میں صرف کریں۔ معلوم ہوا کہ یہ اشتهار ایک کثیر تعداد میں شائع کیا گیا ہے، اور اس جماعت نے اس چیز کو اپنی تبلیغ کا ایک مستقل جزو بنا لیا ہے کہ ہر سال بقر عید کے موقع پر مسلمانوں کو قربانی سے باز رہنے کی تلقین کریں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اب تک ان حضرات کی یہ کوشش کس قدر بار آور ہوئی ہے، لیکن تبلیغ کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے، اور مسلمانوں کے نفسیات کا جو حال اس زمانہ میں ہم دیکھ رہے ہیں، اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم کو خوف ہے کہ ہزاروں مسلمان اب تک اس فریب میں مبتلا ہو چکے ہوں گے، اور اگر اس کا تذکرہ نہ کیا گیا تو آگے چل کر نہ معلوم اور کتنے مسلمان اس کے شکار ہوں۔

اس جماعت کی جو تحریریں ہماری نظر سے گزری ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی پر ان کو

تین چھیٹیوں سے اعتراض ہے۔

ایک یہ کہ قربانی ان کے نزدیک رسوم جاہلیت میں سے ایک رسم ہے جس کو مولویوں نے مٹھن

جہالت کی بنا پر ایک اسلامی طریقہ قرار دے لیا ہے۔ چنانچہ ان کے گروہ کا ایک مصنف قربانی کے متعلق اپنی تحقیق اینق ان الفاظ میں پیش کرتا ہے کہ ”قربانی کی رسم تمام دنیا کی وحشی و مدنی قوموں میں تھی۔ آج سوائے مسلمانوں کے کوئی اس کو نہیں کرتا۔“

دوسرے یہ کہ معاشی حیثیت سے وہ اس کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جوڑو بکرے کی گردن پر چھری پھرنے میں صرف کیا جاتا ہے وہ بالکل ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کے بدلے میں کوئی عقلی یا ناؤی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

تیسرے یہ کہ ان کو قرآن میں قربانی کا حکم کہیں نظر نہیں آیا۔ رہی سنت تو اس سے انکار کر دینا ان کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ سہل ہے، اور اس کو رد کرنے کا مسلک اختیار ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ اسلام کے جس حکم پر غیر قوموں کو اعتراض ہو یا جس حکم کی مصلحت خود اپنی سمجھ میں نہ آئے اس کو آسانی کے ساتھ دائرہ دین سے خارج کیا جاسکے۔

چونکہ یہ اعتراضات ایسے لوگوں کی طرف سے پیش کیے گئے ہیں جو اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں اور قرآن کو حجت قطعی مانتے ہیں، اس لیے ہم قرآن ہی سے قربانی کے احکام بیان کریں گے اور قرآن ہی سے یہ بھی بتائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کن مصلح کی بنا پر عبادت کے مخصوص طریقوں میں قربانی کو شامل فرمایا ہے

قرآن مجید میں قربانی کے جو احکام دیے گئے ہیں ان تین اقسام پر منقسم کیا جاسکتا ہے۔

ایک قسم کی قربانی وہ ہے جو مناسک حج میں سے ایک خاص مناسک ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ
 وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ
 رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ
 اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کی
 (تو حکم دیا کہ)..... اور لوگوں میں حج کے لیے پکار دو
 کہ ہر راہ دور و دراز سے تیرے پاس پیدل اور ہر طرح

کُلِّفَ فِجِّ عَيْنِي تَيْشَمَلُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا
 اَسْمَاءَ اللَّهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ
 مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاْكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعَمُوْا
 الْبَاْسِ الْفَقِيْرَ (الحج: ۴)

کی دہلی سواریوں پر آئیں۔ یہ اس غرض کے لیے ہے کہ
 وہ اپنے حق میں منافع دیکھیں اور چند معلوم دنوں
 میں ان جانوروں پر اشد کا نام لیں جو اس نے ان کو
 بخشے ہیں۔ پھر تم ان جانوروں میں سے خود بھی کھاؤ
 اور تنگ دست فقیر کو بھی کھلاؤ۔

جیسا کہ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے، حج قائم کرنے کا یہ حکم بنائے کعبہ کے ساتھ ہی ابراہیم
 علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور اس کی غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ لوگ یہاں آکر دین و دنیا کے منافع سے
 مستفید ہوں اور خدا کے نام پر قربانی کریں۔ پھر یہی فرض انہی مناسک کے ساتھ امت محمدیہ پر مقرر کیا
 گیا، کیونکہ یہ ملت ابراہیمی کی وارث ہے۔ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ
 سَبِيْلًا (آل عمران: ۱۰) اور قربانی جس طرح ملت ابراہیمی کے مناسک حج میں شامل تھی اسی طرح امت
 محمدیہ کے حج میں بھی شامل رہی چنانچہ سورہ حج کے پانچویں رکوع میں امت محمدیہ کو خطاب کر کے ارشاد
 ہوتا ہے:-

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ
 فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوًّا
 فَاِذَا وُجِبَتْ جُنُوبُهَا فَاْكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعَمُوْا
 الْفَقِيْرَ وَالْمُعْتَرَّ

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اشد کے شعائر
 میں سے قرار دیا ہے، تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے پس
 تم ان کو صاف بستہ کھا کر کے ان پر اشد کا نام لو اور جب
 وہ پہلو کے بل گر جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ۔

اور اس کو بھی کھلاؤ (جو اشد کے دیے ہوئے رزق پر، قانع ہے اور اس کو بھی جو سوال کرتا ہے۔
 دوسری قسم کی قربانی وہ ہے جو تمت یا قرآن کے فدیہ میں یا احصار کی صورت میں، یا ان جنایات کی
 جزا میں واجب ہوتی ہے جو مجرم سے حالت احرام میں سرزد ہوں۔ اس کے احکام حسب ذیل ہیں:-

(۱) دَاتِمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ
أَخْصَرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا
تَخْلِقُوا أَرْؤُسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ
(۲) فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ آذَى
مِنْ نَاسِهِ فَعِدْيَةٌ مِنْ صِيَامِهِ أَوْ صَدَقَةٌ
أَوْ لِسُكِّ -

(۳) فَمَنْ تَتَعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ
مِنَ الْعَدْيِ فَعَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي
الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ (بقرة: ۲۳)
(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ
فَأَنْتُمْ حُرْمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَدًّا فَجَزَاءُ
مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يَحْكُمُهُ ذُو عَدْلٍ
مِنْكُمْ هَذَا يَبْلُغُ الْكَعْبَةَ (المائدة: ۱۳)

اور خدا کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کر دو لیکن اگر تم ہوگے
دے جاؤ تو جو کچھ وہی کی قربانی میں آئے بھیج دو اور اپنے
سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے
پھر جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف
ہو اور اس بنا پر اسے احرام کی قیود توڑنی ہوں، تو وہ
فیہ میں یا تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

پھر جو کوئی عمرہ کو حج سے ملا کر فائدہ اٹھائے تو جو کچھ قربانی
میں آئے کر دے اور اگر قربانی میں سر نہ ہو تو حج کے دنوں
تین دن کے اور واپس ہو کر سات دن کے روزے رکھے
اے اہل ایمان! شکار نہ مارو جب کہ تم حالت احرام میں
ہو۔ اور تم میں سے جو کوئی جان بوجھ کر شکار مارے وہ
اس کے بدلے جانوروں میں سے اسی سے ملتا ہو جانور
دے جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں اور
یہ قربانی کعبہ پہنچائی جائے۔

ان آیات میں قربانی کے جانوروں کو لفظ ہدی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ امام رازی نے اس لفظ
کی نفی تحقیق بیان کرتے ہوئے کہیں یہ لکھا تھا کہ معنی الہدی ما بہدی الی بیت اللہ عزوجل
تقرباً الیہ بمنزلۃ الہدیۃ یهدیہا الانسان الی غیرہ تقرباً الیہ۔ اتنی گنجائش
سے فائدہ اٹھا کر مانعین قربانی نے بے تکلف فیصلہ کر دیا کہ ہدی سے مراد قربانی نہیں بلکہ کوئی سا
ہ۔ اللہ کے حضور پیش کر دیتا ہے لیکن امام رازی نے اسی عبادت سے چند سطر آگے یہ بھی لکھا تھا کہ

فَتَقْدِرُ الْاِيَةَ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيَ مَحَلَّهُ وَيَخْرُفُ اِيْذَا خَرَفَ فَاسْلُقُوْا
آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک ہدیٰ اپنے مقام پر پہنچ کر
فرج نہ کر دی جائے اس وقت تک سر نہ منڈواؤ۔

مگر چونکہ یہ عبارت مفید مطلب نہ تھی اس لیے دور جدید کے محققین اسلام نے اس کی طرف توجہ
نہ کی۔ اور یہ تو خیر امام رازی ہیں، انہوں نے خود اللہ تعالیٰ کی عبارت کو بھی قابل اعتناء نہ سمجھا جس
سورہ مائدہ والی آیت میں هٰذَا يٰۤاَبْلٰغُ الْكُتٰبَةِ كِي تَفْسِيْرٌ فَعَجَزًا ؕ مِثْلًا مَا قَتَلَ مِنَ النَّجْمِ
سے کر دی ہے۔ یہ آیت قطعی طور پر ہڈی کے معنی متعین کر رہی ہے کہ قرآن میں جہاں یہ لفظ آیا ہے
وہاں اس سے مراد قربانی ہی ہے نہ کہ کچھ اور۔

تیسری قسم کی قربانی وہ ہے جس کے ادا کرنے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ذریعہ
سے عام مسلمانوں کو دیا گیا:۔

قُلْ اِنَّ صَلٰوةِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ
اُمِرْتُ وَاَنَا اَقْلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام: ۱۶)
کہو اے محمد کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی
اور میری موت اللہ پروردگار عالم کے لیے ہے جس کا
کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور
میں فرمانبرداروں میں سب سے پہلے ہوں۔

اس آیت میں صلوة کے بعد نُسُك کا ذکر ہے جس کے معنی عبادت اور تقویٰ کے بھی ہیں اور
قربانی کے بھی۔ قرآن میں یہ لفظ اسی دوسرے معنی کے لیے آیا ہے، چنانچہ سورہ حج میں ہے۔

وَيُكَلِّمُهَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهَا فَيَكُوْنُ لَهَا اَنْفٌ مِّمَّهَا
وَيَكُوْنُ لَهَا اَنْفٌ مِّمَّهَا (البقرہ: ۱۷۱)
اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی مقرر کی ہے تاکہ وہ ان
جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں
اور سورہ بقرہ میں ہے:۔

فَقَدْ يَدُّ مِنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ
تو اس کا حدیہ روزوں سے ادا کیا جائے یا صدقے سے
(۲۲۲)

ان آیات سے نُسُك کے معنی متعین ہو گئے۔ اب دیکھیے کہ صلوات کے ساتھ نُسُك کے لیے بھی
بِذَلِكَ أَمْرٌ (مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو صریحاً و جوب پر دلالت
کرتے ہیں۔ پھر آقا اَوَّلِ السُّلْبِیْنَ۔ فرمایا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ اسی بنا پر حضور نے تمام مستطیع مسلمانوں کو
قربانی ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے:-
مَنْ كَانَ لَهُ بَسَارٌ فَلَمْ يَبْضَحْ فَلَا يَقْرَبُ مَقْلًا
جو شخص استطاعت رکھتا ہو اور پھر قربانی نہ کرے وہ
ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

ان اَوَّلِ نَسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا لصلواتِ شِعْرِ
الذَّبْحِ -
ہمارے آج کے دن عیدِ اضحیٰ میں ہماری پہلی عبادت
ناز ہے، پھر ذبح۔

مَنْ صَتَّىٰ مَعَنَا هَذِهِ الصَّلَاةَ فَلْيَذْبَحْ
عِدَالصَّلَاةِ -
جو ہمارے ساتھ یہ نماز (صلواتِ عیدِ اضحیٰ) پڑھے وہ نماز
کے بعد ذبح کرے۔

یہیں قربانی کے متعلق قرآن کے صاف اور صریح احکام جن میں کسی شک و شبہہ اور تاویل کی
کنجائش نہیں پڑھے ان کو اور پھر داد دیجیے ان لوگوں کی جرأت کی جو ایک طرف تو قرآن پر سب سے
بڑھ کر اہتمام رکھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور دوسری طرف یہ الفاظ علی الاعلان لکھتے اور شائع کرتے
قربانی کی رسم تمام دنیا کی وحشی اور مدنی قوموں میں تھی۔ آج سوائے مسلمانوں کے کوئی
اس کو نہیں کرتا۔

”کیونکہ ضروری ہو گیا کہ غیر حاجی خواہ مخواہ اس بے محل اور سرفرانہ رسم میں حصہ لیں۔“
”وہ روپیہ جو بجے کی گروں پر پھیری پھیرنے اور اسے زمین میں گھاڑ دینے کے لیے
صرف کیا جاتا ہے قومی اداروں کو ملنا چاہیے۔ وہ اس روپیے سے ہر سال ایک عظیم الشان

تجارتی بینک کھول سکتے ہیں قرآن حکیم اور دوسرے علوم کی توسیع و اشاعت کر سکتے ہیں، اعتقادات و اخلاق کی اصلاح کر سکتے ہیں، بیواؤں اور ناداروں کی مدد کر سکتے ہیں۔ اور ہزاروں نیکی کے کام کر سکتے ہیں بشرطیکہ تقلید کے جال سے آزاد ہو جائیں اور فضول بلکہ مضر رسوم کو چھوڑ دیں۔“
 وہ افسوس ہے کہ سوائے نقل و تقلید کے آج تک کسی صاحب نے قربانی کے عقلی و تجربی فوائد پر روشنی نہیں ڈالی۔“

یہ قرآن سے کھلا ہوا معارضہ نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآن ایک چیز کا حکم دیتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ پہلے اس کے عقلی و تجربی فوائد پر روشنی ڈالی جائے۔ قرآن ایک چیز کے متعلق کہتا ہے کہ لکم فیہا خیر“ (تمہارے لیے اس میں بھلائی ہے) اور آپ اسے ایک فضول بلکہ مضر اور مفسر نامہ رسم قرار دیتے ہیں۔ قرآن ایک چیز کو شعائر اللہ میں شمار کرتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ اللہ نے اس کو مقرر کیا ہے، مگر آپ اس کے مقابلہ میں مغربی مستشرقین کی تحقیق پیش فرماتے ہیں کہ یہ عہد جاہلیت کی ایک رسم تھی جس کو آج صرف مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

بوخت عقل حیرت کہ این چہ بوا لبعجبی است

قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویٰ اور پھر قرآن کے مقابلہ میں یہ جرات! اگر ان دونوں کا اجتماع ممکن ہے تو ماننا پڑے گا کہ وجود شے اور عدم شے کا اجتماع بھی ممکن ہے۔

قرآن کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ جس قدر اعتراضات اس پر ہو سکتے ہیں ان کا جواب وہ خود ہی دے دیتا ہے۔ آئیے اب ذرا یہ بھی دیکھیے کہ قربانی کے حکم پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کے جواب میں قرآن کیا کہتا ہے:-

جاہلیت میں جہاں غیر اللہ کے لیے رکوع و سجود ہوتے تھے اور غیر اللہ سے دعا اور استغاثہ

کی جاتی تھی وہیں غیر اللہ کے لیے نذریں اور قربانیاں بھی ہوتی تھیں۔ عرب، ہندوستان، ایران، مصر، روم غرض کونسا ملک ایسا ہے جہاں معبودان باطل کے اصنام اور سیکلوں پر قربانیاں نہ چڑھانی جاتی ہوں جیسی کہ خدا پرست یہودی قوم بھی اس شرک میں مبتلا ہوئی اور بار بار اس نے بتوں پر قربانیاں چڑھانے کا ارتکاب کیا جس کی شکایت جگہ جگہ بائبل کے عہد عتیق میں آتی ہے۔ قرآن میں بھی جاہلیت کی ان مشرکانہ رسموں کا ذکر ہے، مثلاً فرمایا۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ
نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِرَعْمِهِمْ وَهَذَا
لِشُرَكَائِنَا۔

اور انہوں نے کھیتی کی پیداوار اور مویشی میں سے اللہ کا ایک حصہ ٹھہرا دیا اور خیال خود کہنے لگے کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے ٹھہرے ہوئے شریکوں کا ہے۔

وَقَالُوا هَذِهِ الْأَنْعَامُ وَالْحَرْثُ حُرٌّ لَنَا
يُطْعَمُهَا إِلَّا مِمَّنْ نَشَاءُ بِرَعْمِهِمْ وَالْأَنْعَامُ
حُرْمَتٌ ظُهُورُهَا وَالْأَنْعَامُ لَا يَذْكُرُونَ
أَسْمَاءَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ (الانعام)

اور انہوں نے کہا کہ یہ جانور اور کھیتیاں ممنوع ہیں کہ ان کو اس شخص کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا جسے ہم اپنے خیال کے مطابق کھلانا چاہیں۔ اور کچھ جانور ایسے ہوتے ہیں جن کی پشت پر سوار ہونا حرام کر دیا گیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کو وہ اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ ان کی اقر پر مازی ہے کہ ایسی جاہلانہ اور مشرکانہ باتوں کو خدا کی طرف نوب کرتے ہیں۔

قرآن نے اگر جس طرح عبادت کی تمام دوسری صورتوں کا رخ غیر اللہ سے اللہ کی طرف پھیر دیا اسی طرح نذروں اور قربانیوں کا رخ بھی ادھر سے ادھر پھیرا۔ اس نے ہدایت کی کہ مشرکین غیر خدا کے لئے رکوع و سجود اور قربانی کرتے ہیں۔ تم کہو کہ ہمارا رکوع و سجود اور ہماری قربانی صرف خدا کے لیے ہے۔ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الانعام: ۲۰) مشرکین اپنے جانوروں پر غیر خدا کا نام لیتے ہیں، تم ان پر صرف خدا کا نام لو۔ فاذكروا اسم الله عليها۔ وہ غیر اللہ کے

نام پر جانوروں کو چھوڑ دیتے ہیں، پھر نہ کسی کو ان پر سوار ہونے دیتے ہیں اور نہ ان کا گوشت کھانا یا کھلانا پسند کرتے ہیں تم اس جہالت کے جواب میں ہدی کے اونٹوں پر سواری کرو (لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَى الْمَجْدِ مَسْتَقِيمًا ثُمَّ نَحَلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَيْتِقِ الْبَيْتِ الْحَرَامِ) قرآنی کا گوشت کھاؤ اور اللہ کے بندوں کو کھلاؤ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَصِرَ (۵) اس لیے کہ اللہ کو خون اور گوشت نہیں پہنچتا بلکہ تمہاری وہ خالص نیت پہنچتی ہے جس سے تم بغیر اللہ کو ترک کر کے اللہ کی طرف رجوع کیا۔ كُنْ تَيْنَالِ اللَّهُ لِحُوتِ وَلَا دِمَاؤُهَا وَ لَكِنْ تَيْنَالَهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ (الجم: ۵)۔

ہر شخص جو حکمت تشریح میں ادنیٰ بصیرت بھی رکھتا ہے، اس کے لیے یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ شرک و بت پرستی اور رسوم جاہلیت کو مٹانے کے لیے اس سے زیادہ کارگر کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ جن اقسام اور جن شکلوں کی عبادتیں مشرک قوموں میں رائج ہوں ان سب کو اللہ کے لیے مخصوص کر دیا جائے اور غیر اللہ کے لیے انہی سب کو ممنوع ٹھہرا دیا جائے۔ دنیا میں توحید فی العبادت اور اس کے ذریعہ سے توحید فی الاعتقاد کا قیام بغیر اس تدبیر کے ممکن ہی نہ تھا۔ یہ بات کچھ انسان کی فطرت ہی میں ہے کہ وہ جس کسی کو اپنا مِلْجَاؤُ وَوَدَىٰ سمجھتا ہے اس کے سامنے نذر و نیاز اور قربانی ضرور پیش کرتا ہے۔ چنانچہ بد آفرینش سے آج تک دنیا میں کم و بیش اس طریق عبادت کا سلسلہ جاری ہے، حتیٰ کہ جہالت کی بنا پر خود مسلمان بھی اس قسم کے شرک فی العبادت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ پس جب عبادت کے مختلف طریقوں میں سے ایک یہ طریقہ بھی نوع انسانی میں رائج ہے اور اس طریقہ کی طرف انسان میں ایک فطری میلان پایا جاتا ہے تو اخلاص فی العبادت کے لیے ناگزیر ہے کہ نذر و نیاز اور قربانی کو بھی غیر اللہ کے لیے ممنوع کر کے صرف اللہ کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ اس چیز کی عقلی و روحانی اور اخلاقی و مادی منفعت سطحی نظروں کو اگر محسوس نہ ہو تو یہ ان کی اپنی نظر کا تصور ہے۔ اللہ کے علم اور اس کی حکمت میں تو لوگوں کا مخلصین لہ الذین اور حَفَنَاءُ اللَّهِ بن جاتا اس سے بدرجہا زیادہ مفید ہے کہ ان کے لیے ایک نہیں دس لاکھ غلیم انشان بیک

کھل جائیں

قربانی کی ایک دوسری عہمت بھی ہے جس پر قرآن سے روشنی پڑتی ہے۔

نوع انسانی کا ایک گروہ تو وہ تھا جس کا اوپر ذکر ہوا یعنی وہ جو خدا کے ساتھ اس کی مخلوق کو عقلاً اور عبادت میں شریک ٹھہراتا ہے اور خدا کے بخشے ہوئے رزق میں سے غیر خدا کے سامنے نذیریں اور قربانیاں پیش کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا گروہ بھی ہمیشہ رہا ہے اور اب بڑھتا جا رہا ہے اور یہ وہ گروہ ہے جو سرے سے خدا کا قائل ہی نہیں؛ اگر قائل بھی ہے تو محض وجوب عقلی کی بنا پر اس طرح مانتا ہے جیسے ریاضی کے کسی فارمولے کو مانتا ہے۔ باقی رہا خدا سے کوئی تعلق تو وہ یہاں مفقود ہے۔ ان لوگوں کو یہ احساس تک نہیں کہ دنیا کے جس مال و متاع سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں جس زمین کی پیداوار کھا رہے ہیں، جس دولت و ثروت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں جن حیوانات سے خدمت لے رہے ہیں، ان میں سے کسی چیز کے بھی وہ مالک نہیں ہیں، نہ کسی چیز پر ان کو ذاتی استحقاق حاصل ہے، بلکہ یہ خدا کی بخشش اور اس کا انعام ہے۔ یہ فحلت جس میں یہ کفار اور ملاحدہ مبتلا ہیں، ان کو کیسے کیسے روحانی، اخلاقی، اور عملی مفاسد میں مبتلا کر رہی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں کہ آج ہر آنکھوں والا ان کا برائی اعمین مشاہدہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی مفاسد کا سدباب کرنے کے لیے مال و دولت اور زمین کی پیداوار میں قربانی کا قاعدہ مقرر کیا، تاکہ اللہ نے جو کچھ رزق عطا فرمایا ہے اس کا ایک حصہ انسان ہمیشہ خدا کی جناب میں تذکرہ کرے اور یہ حقیقت اس کو یاد رہے کہ ہم ان چیزوں کے مالک اور مختار مطلق نہیں ہیں، بلکہ یہ بغیر کسی استحقاق ذاتی کے ہم کو عطا کی گئی ہیں اور ان میں عطا کرنے والے کی مرضی کے خلاف تصرف کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ اس مضمون کی طرف آیات ذیل میں کس قدر لطیف اشارات کیے گئے ہیں:-

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوسَاتٍ
 وَغَيْرِ مَّعْرُوسَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ
 اور وہی ہے جس نے باغ اگائے ہیں جن میں سے کسی
 بلیں ٹہنیوں پر چڑھائی جاتی ہیں اور کسی میں نہیں

...كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ
 يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
 الْمُسْرِفِينَ - وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَ
 قَرَشَاءُ كُلُوا مِنْ ثَمَرِ رِقَعِ اللَّهِ وَلَا تَتَّبِعُوا
 خُطْوَاتِ الشَّيْطَانِ (الانعام: ۱۴)

چربائی جاتیں، اور اسی نے نخلستان اور کھیت پیدا
 کئے ہیں..... جب وہ پھل لائیں تو ان کے پھل کھاؤ
 اور فصل کٹتے وقت اس کا (یعنی خدا کا) حق ادا کرو
 اور حد سے نہ گزرو کہ وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند
 نہیں کرتا۔ اور اسی نے جانوروں میں سے بعض ہند
 قامت پیدا کیے ہیں جو بار برداری کے کام آتے ہیں اور بعض بہت قامت ہیں۔ اللہ نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس
 میں سے کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔

وَكُلِّ لِيَجْعَلَ لَنَا مِنْ سَكَايِدِكُمْ وَالْأَسْمَاءِ
 عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَيْتَةِ الْأَنْعَامِ
 فَإِنَّكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلَبُوا أَلْبِشِرِ
 الْمُخْتَبِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ
 قُلُوبُهُمْ وَالصَّبِيرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ
 وَالْمُقْتَبِينَ الْمَصْلُوقَةَ وَمِمَّا رَزَقَهُمْ يَنْفِقُونَ
 (البحر: ۵)۔

اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کر دی ہے تاکہ وہ
 اللہ کا نام میں ان جانوروں پر جو اس نے ان کو
 بخشے ہیں تمہارا خدا وہی ایک خدا ہے لہذا تم اس
 کی اطاعت میں تسلیم خم کرو۔ اے نبی ان عاجزی
 کرنے والوں کو خوش خبری سنا دو جن کا حال یہ ہے کہ
 جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے
 دل لرز اٹھتے ہیں اور جو مصیبتوں کے مقابلہ میں ثابت

قدم رہتے ہیں اور جو نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے بخشے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

یہ رسم قربانی کی دوسری مصلحت ہے۔ اگر کسی کے پاس عقلی ترازو ہو تو وہ ایک پلڑے میں اس کو
 رکھے اور دوسرے پلڑے میں تمام قومی اداروں اور تجارتی بینکوں اور قسیم خانوں کو رکھ کر بتائے کہ ان میں
 سے کون زیادہ وزنی ہے۔

اب ذرا اقتصادی اعتراضات کو بھی جانچ لیجیے۔ قرآن کہتا ہے لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ اَوْ كَلُوا مِنْهَا و

اَطْحَمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَصِرَ۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ اصاعت مال ہے۔ لاکھوں اشد کے بندے جنہیں مفتوں اور مہینوں اچھی قوت بخش فذا نصیب نہیں ہوتی، ان کو صدقہ اور ہڈی اور ننگ کے ذریعہ سے گوشت بہم پہنچانا آپ کی رائے میں اصول معیشت کے خلاف ہے۔ لاکھوں کسان اور گلہ بان جو سال بھر تک جا تو پالتے ہیں اور بقر عید کے موقع پر ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان کی روزی کا دروازہ بند کرنا، یہی آپ کے نزدیک بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنا ہے۔ ہزار باغریب جن کو قربانی کی کھالیں مل جاتی ہیں اور ہزار ہا قصاتی جن کو ذبح کرنے کی اجرت مل جاتی ہے، یہ سب آپ کی قوم سے خارج ہیں اسی لیے آپ ان کی رزق رسانی کو فضول بلکہ مضر اور داخل اسراف سمجھتے ہیں۔ آپ کو تمام قومی ضروریات اور سارے فوائد و منافع صرف اسی وقت یاد آتے ہیں جب خدا کے کسی حکم کی پابندی میں روپیہ صرف ہو رہا ہو، گویا کہ جنگوں کا قیام اور قومی ادارات کا فروغ اور اعتقاد و اخلاق کی اصلاح اور یتیموں اور یتیموں کی پرورش کا سارا کام صرف قربانی کی وجہ سے رکا پڑا ہے۔ ادھر یہ بند ہوئی امداد اور قومی اداروں پر روپیہ برسنا شروع ہوا مگر آپ کی تنظیم ایسی ہی مکمل ہے کہ سارے ہندوستان سے قربانی کا روپیہ جمع کر کے آپ ہر سال ایک تجارتی بینک کھول سکتے ہیں تو ذرا اسی تکلیف گوارا کر کے پہلے ہندوستان بھر کے سینما ہالوں اور تھیٹر خانوں اور بڈری و اسراف کے دوسرے آڈوں پر اپنے ایجنٹ مقرر فرما دیجیے تاکہ مسلمانوں کا جس قدر روپیہ وہاں ضائع ہوتا ہے اس کو وہ قومی فنڈ میں وصول کر لیا کریں اس طرح آپ ہر سال نہیں ہر روز ایک تجارتی بینک کھول سکیں گے۔ پھر اگر آپ میں کچھ تعمیری قوت ہے تو قربانی کی تخریب کے بجائے آپ اسے زکوٰۃ کی تعمیری میں کیوں نہیں صرف فرماتے کہ تنہا اسی ایک چیز سے آپ وہ تمام قومی ضروریات پوری کر سکتے ہیں جن کی خاطر قربانی بند کرنے کی تبلیغ آپ نے شروع کی ہے۔